انسانی حقوق کا چارٹر اور اسلامی تعلیمات

زاہد الراشدی

انسانی حقوق آج کی دنیا میں سب سے زیادہ زیر بحث آنے والا موضوع ہے۔ یہ مغرب کے ہاتھ میں ایک ایسا فکری ہتھیار ہے جس کے ذریعہ وہ مسلم ممالک اور تیسری دنیا پر مسلسل حملہ آور ہے۔ مغرب نے انسانی حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کے چارٹر کو مسلمہ معیار کا درجہ دے کر کسی بھی معاملہ میں اس سے الگ رویہ رکھنے والے عالم اسلام اور تیسری دنیا کے ممالک کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دینے کی مہم شروع کر رکھی ہے، جس میں اسے عالمی ذرائع ابلاغ کے ساتھ ساتھ عالم اسلام اور تیسری دنیا میں اپنی ہم نوا لابیوں کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ اس نظریاتی و فکری یلغار میں ملت اسلامیہ کے عقائد و احکام اور روایات و اقدار مغربی دانش وروں، لابیوں اور ذرائع ابلاغ کے حملوں کی زد میں ہیں۔ جب ہم اسلام کے عقائد و احکام پر مغربی دانش وروں کے حملوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ یلغار عقائد، احکام اور معاشرت کے تمام شعبوں پر محیط نظر آتی ہے۔ اگر آپ گزشتہ ایک دہائی کے حالات کا تجزیہ کریں تو یہ واقعات نظر آتے ہیں۔

۱۔ مغربی ممالک اور ذرائع ابلاغ نے سلمان رشدی کو صرف اس "کارنامے" پر آزادی رائے کا ہیرو بنا کر پیش کیا کہ اس نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ مسلمانوں کے بے پایاں عشق و محبت پر ضرب لگانے کی کوشش کی اور ملت اسلامیہ کے اس اجماعی عقیدہ کا دائرہ توڑنا چاہا کہ جناب رسالت ماب ہر قسم کے اختلاف اعتراض اور تنقید سے بالاتر اور غیر مشروط اطاعت کا مرکز ہیں۔ تسلیمہ نسرین صرف اسی "جرات رندانہ" پر مغرب کی آنکھوں کا تارا بن گئی کہ اس نے قرآن کریم کے ناقابل تغیر و تبدل ہونے کے عقیدہ پر یہ کہہ کر ضرب لگانے کی کوشش کی کہ آج کے حالات کی روشنی میں قرآن کریم میں ترامیم کی ضرورت ہے۔

۲۔ معاشرتی جرائم کی اسلامی سزاؤں: ہاتھ کاٹنے، سنگسار کرنے اور کوڑے مارنے کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہے اور پاکستان میں برائے نام نافذ چند اسلامی تعزیراتی قوانین کو ختم کرنے کے لیے امریکہ کی طرف سے مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

۳۔ توہین رسالتؐ پر سزا کے قانون کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہے اور اس قانون کے خاتمہ کے لیے دباؤ ڈالنے کے ساتھ ساتھ مغربی حکومتوں کی طرف سے توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کی حوصلہ افزائی اور پشت پناہی کا سلسلہ جاری ہے۔

۴۔ قادیانیت کو اسلام سے الگ مذہب قرار دینے اور قادیانوں کو اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مذہبی شعائر کے استعمال سے روکنے کے قانونی و آئینی اقدامات کو بھی انسانی حقوق کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور قادیانیوں کو مظلوم قرار دے کر امریکہ کی طرف سے ان کے خلاف مذکورہ اقدامات واپس لینے پر زور دیا جا رہا ہے۔

۵۔ اسلام کے معاشرتی اور خاندانی نظام کو معاشرت کے موجودہ عالمی نظام کے منافی قرار دیا جا رہا ہے اور خاندانی زندگی کے بارے میں بیشتر مسلم ممالک میں مروجہ قوانین کو عالمی معیار کے مطابق بدل دینے کی تلقین کی جا رہی ہے، جس میں شادی کے لیے مذہب کی شرط کو ختم کرنے، آزادانہ جنسی تعلقات کے بھرپور مواقع کی فراہمی، ہم جنس پرستی کو قانونی طور پر تسلیم کرنے اور بن بیاہی ماؤں اور ناجائز بچوں کو سماجی تحفظ فراہم کرنے کے تقاضے بھی شامل ہیں۔

۶۔ اسلام کے عقائد و احکام کے ساتھ مسلمانوں کی غیر مشروط اور وفادارانہ وابستگی کو بنیاد پرستی قرار دیا جا رہا ہے۔ اور ایسی دینی تحریکات پر "دہشت گردی" کا لیبل چسپاں کر کے انھیں عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مسلسل کردار کشی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جو متعدد بار مسلم ممالک میں اسلامی عقائد واحکام کے ساتھ وابستگی کی بنا پر ریاستی تشدد کا نشانہ بننے کی وجہ سے اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوئی ہیں یا غیر مسلم ممالک میں موجود مسلم اقلیتوں کی آزادی اور ان کے اسلامی تشخص کے تحفظ کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دے رہی ہیں۔

یہ ہے ایک سرسری خاکہ مغرب کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں سامنے آنے والے اعتراضات اور تقاضوں کا جو گذشتہ ایک عشرہ کے دوران منظم اور مربوط نظریاتی جنگ کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور جن کے سامنے مسلم ممالک کی بیشتر حکومتیں "سپر انداز" ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم نے یہ کہہ کر مسلم حکمرانوں کے اس رجحان کی نشاندہی کی ہے کہ وہ انٹرنیشنل ازم پر یقین رکھتی ہیں اس "انٹرنیشنل ازم" کا تصور مغرب کے نزدیک یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کو پوری دنیا کا مشترکہ دستور تسلیم کر کے تمام ممالک اقوام متحدہ کی بالادستی کے سامنے جھک جائیں اور اقوام متحدہ کو کنفیڈریشن طرز کی مشترکہ حکومت قرار دے کر ساری دنیا ایک عالمی برادری کی شکل اختیار کر لے۔ گویا وہ مغرب جس نے گذشتہ ایک سو سال کے دوران نیشنلزم اور قومیت کے نام پر عالم اسلام کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے حصے بخرے کرنے میں کامیابی

حاصل کی ہے ' اب انھی ٹکڑوں کو "انٹرنیشنل ازم" کے نام پر وہ اپنی بالادستی میں ' مغربی تہذیب میں ضم کرنے کے لیے کوشاں ہیں ' اور اس سکیم کے تانے بانے پوری طرح بنے جاچکے ہیں۔

اس نظریاتی معرکہ میں بنیادی حیثیت اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور جنیوا انسانی حقوق کمیشن کے فیصلوں اور قراردادوں کو حاصل ہے۔ انسانی حقوق کا چارٹر متن ہے اور جنیوا کنونشن کے فیصلے اور قراردادیں اس کی شرح ہیں جو ' اس نظریاتی جنگ میں مغرب کے ہاتھ میں ایک مضبوط ہتھیار کا کام دے رہی ہیں۔ مغرب کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ کی رکنیت اختیار کرنے والے تمام ممالک نے انسانی حقوق کے اس چارٹر پر دستخط کر کے اسے تسلیم کر لیا ہے ' اس لیے وہ اس کے پابند ہیں ' اور جن ممالک میں اس چارٹر کے منافی قوانین نافذ ہیں وہ اس بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام ممالک خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ' اس عالمی معاہدہ کی پابندی کریں اور اپنے اپنے ملک میں رائج قوانین میں ترمیم کر کے انھیں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔

ہمیں مغرب کے اس موقف اور اس کی پشت پناہی پر کارفرما عزائم کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا ہو گا۔ "ہم نہیں مانتے" کا خالی نعرہ دنیا بھر کے ان اربوں انسانوں اور عالم اسلام کے ان کروڑوں مسلمانوں کو ہمارے موقف کے بارے میں مطمئن نہیں کر سکے گا جو ورلڈ میڈیا کی براہ راست زد میں ہیں اور جن کی آنکھوں اور کانوں کو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغرب کے پراپیگنڈہ کا روزمرہ سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ مسلم علما دانش ور اور دینی ادارے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور جنیوا انسانی حقوق کنونشن کی قراردادوں اور فیصلوں کا علمی بنیادوں پر جائزہ لیں اور مغرب کے اعتراضات و خدشات کا منطق و استدلال کے ساتھ سامنا کر کے انسانی حقوق کے حوالے سے ملت اسلامیہ کا موقف سامنے لائیں۔ ہمیں انسانی حقوق کے بارے میں معروضی حالات کی روشنی میں اپنے موقف کو واضح طور پر تعین کرنا ہو گا اور اسے علم اور منطق و استدلال کی بنیاد پر افہام و تفہیم کے جذبے کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہو گا۔ ورنہ ہم اس خوفناک نظریاتی جنگ میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکیں گے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور جنیوا کنونشن کی قراردادوں اور فیصلوں کا جائزہ ہمیں دو مرحلوں میں لینا ہو گا۔ پہلے مرحلہ میں ان دونوں کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے ان دونوں کے ان حصوں کی نشاندہی کرنا ہو گا جو ہمارے خیال میں اسلام کے عقائد و احکام سے متصادم ہیں اور جن کو قبول کرنے کی صورت میں ہمیں اپنے دینی عقائد اور احکام اور معاشرتی اقدار سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ پھر دنیا بھر کو وسیع پیمانے پر ان سے آگاہ کرنا ہو گا اور عالمی سطح پر ان کی تشہیر کرنا ہو گی تاکہ پوری دنیا کے اہل دانش ہمارے موقف کو اچھی

طرح سمجھ سکیں۔ دوسرے مرحلے پر ہمیں علمی اور منطقی طور پر اسلام کے ان احکام و قوانین اور روایات و اقدار کی بہتری کو ثابت کرنا ہوگا جنھیں انسانی حقوق کے منافی قرار دیا جا رہا ہے اور جو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر سے متصادم نظر آرہے ہیں۔

بحث کے آغاز کے طور پر ہم اس چارٹر کے بعض حصوں کا ابتدائی اور سرسری طور پر جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ یہ چارٹر اقوام متحدہ نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ کو جاری کیا تھا۔ انسانی حقوق کے اس چارٹر کی ۳۰ دفعات ہیں اور اس میں اجتماعی زندگی کے کم و بیش تمام شعبوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

چارٹر کی ان دفعات پر گفتگو سے پہلے جو ہمارے خیال میں بعض اسلامی قوانین و احکام کو انسانی حقوق کے منافی قرار دینے کا باعث بن رہی ہیں' چارٹر کی اعتقادی اور فکری بنیاد کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ چارٹر دراصل مغربی فلسفہ حیات اور تہذیب کا نقطہ عروج ہے جس کے پیچھے یہ سوچ کارفرما ہے کہ مذہب کا تعلق عقیدہ' عبادت اور اخلاقیات سے ہے' جس میں ہر انسان آزاد ہے کہ وہ عقیدہ' عبادت اور اخلاقیات میں جو رجحان چاہے اختیار کرے' یہ اس کا ذاتی معاملہ سمجھا جائے جس سے ریاست یا کوئی اور اتھارٹی کسی قسم کا تعرض نہ کرے۔ انسانی زندگی کے اجتماعی معاملات مثلاً سیاست' قانون' ایڈمنسٹریشن' تجارت' زراعت اور معیشت کے ساتھ مذہب کا کوئی واسطہ نہیں ہے' اور ان امور میں قوم اپنے اجتماعی یا اکثریتی رجحانات کے مطابق کوئی بھی نظام اختیار کر سکتی ہے اور وہ نظام مذہب کی کسی بھی قید یا چھاپ سے آزاد ہوگا۔ اسے اصطلاحی طور پر سیکولرازم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی سیکولرازم کو قبول کرنے کا ہم سے تقاضا کیا جا رہا ہے۔ سیکولرازم کا تاریخی پس منظر تو یہ ہے کہ یورپ میں بادشاہ' کلیسا اور جاگیردار کے اتحاد ثلاثہ نے جب غریب عوام پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا اور بادشاہت اور جاگیرداروں کے خلاف بے بس عوام کی بغاوت میں کلیسا اور پادری نے عوام کا ساتھ دینے کی بجائے بادشاہ اور جاگیردار کا ساتھ دیا تو عوامی انقلاب نے بادشاہت اور جاگیرداری کے ساتھ کلیسا اور پادری کی بساط اقتدار بھی الٹ کر رکھ دی اور مذہب کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے اس کا دائرہ کار کلیسا کی چار دیواری کے اندر محدود کر دیا۔ لیکن اس تاریخی پس منظر کے پہلو بہ پہلو ایک اعتقادی اور فکری بنیاد بھی ہے جو سیکولرازم اور مغربی جمہوریت کو نظریاتی قوت فراہم کر رہی ہے۔

مغرب کے مادہ پرستانہ فلسفہ کی بنیاد نظریہ ارتقا پر ہے جس کے مطابق اس دنیا میں جو کسی پیدا کرنے والے اور چلانے والے خدا کے بغیر خود بخود وجود میں آگئی ہے' انسانی نسل حیوانی ارتقا کا نتیجہ ہے جو کیچڑ سے جنم لینے والے کیڑے سے شروع ہو کر مختلف زمانوں میں شکلیں بدلتا ہوا انسان کی صورت اختیار کر گیا ہے اور یہ اس کی آخری اور حتمی شکل ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرہ بھی ارتقائی

عمل کا نتیجہ ہے جو جنگلوں اور غاروں سے شروع ہوا اور مختلف شکلیں بدلتا ہوا اور معاشرت کے مختلف طریقے ' قوانین اور نظام آزماتا ہوا جمہوریت ' سیکولرازم اور مغربی تہذیب کی موجودہ شکل اختیار کر گیا ہے ۔ یہ انسانی معاشرت کی آخری اور مکمل شکل ہے جس میں اب مزید بہتری کا کوئی امکان نہیں ہے ۔ گویا جس طرح نسلی اعتبار سے انسان آخری منزل ہے اور اب اس کے کوئی نئی شکل اختیار کرنے کا امکان نہیں ہے ۔ اسی طرح معاشرتی لحاظ سے بھی یہ تہذیب آخری منزل ہے ' اب اس سے بہتر کوئی معاشرتی ڈھانچہ سامنے آنے کا امکان نہیں ہے ۔ اسے تاریخ کے اختتام (end of the history) سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور مغربی دانش ور اب ارتقا کے عمل کو مزید آگے بڑھانے کے امکانات کو مسترد کرتے ہوئے مکمل تباہی کو انسانی زندگی کی اگلی منزل قرار دے رہے ہیں ۔ اس طرح جب موجودہ انسانی معاشرہ نہ صرف انسانیت بلکہ پوری کائنات کی آخری مکمل اور ترقی یافتہ شکل قرار پاتا ہے ' اور یہی کائنات ' وجود کا حاصل ہے ' تو خیر و شر کا آخری معیار بھی یہی ہے ۔ اس لیے جسے یہ انسانی معاشرہ خیر قرار دے دے وہی خیر ہے ' اور جو اس معاشرے کے نزدیک شر قرار پائے وہی شر ہے ۔ اس کے علاوہ خیر اور شر کے ماپنے اور جانچنے کا کوئی اور پیمانہ موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر کسی چیز یا کام کے خیر یا شر ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے ۔

مگر اسلام اس تصور کو سرے سے قبول نہیں کرتا ۔ قرآن و سنت پر یقین رکھنے والے ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کائنات کسی حادثہ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اسے کائنات کے مالک و خالق "اللہ تعالیٰ" نے پیدا کیا ہے اور وہی اسے ایک نظم کے ساتھ چلا رہا ہے ۔ اسی طرح انسانی نسل کسی ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مستقل مخلوق کے طور پر پیدا کیا ہے پھر انسانی زندگی کا ایک معاشرہ کی شکل اختیار کر جانا کسی خودرو ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ قرآن کریم کے مطابق نسل انسانی کا پہلا فرد (حضرت آدم علیہ السلام) علم ' قانون ' شرم و حیا ' لباس اور مکان کی سہولتوں سے بہرہ ور تھا ۔ اس کے ساتھ ہی ہر باشعور انسان یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نسل انسانی آسمانی ہدایات کی پابند ہے جو اس کے پاس اس کے خالق و مالک کی طرف سے حضرات انبیا کرام علیہم السلام کے ذریعہ آئی ہیں اور ان ہدایات کی آخری اور مکمل شکل جناب محمد رسول اللہ ؐ کی تعلیمات ہیں جن پر عمل در آمد زندگی کے اگلے اور آخری مرحلے میں کامیابی کے لیے ضروری ہے ۔ اسلامی تعلیمات میں انسان کے لیے "احسن تقویم" کا خطاب بھی استعمال کیا گیا ہے اور اسے "اسفل سافلین" کے مقام کا مستحق بھی قرار دیا گیا ہے ۔ گویا انسان اور انسانی معاشرہ کی موجودہ شکل آخری اور حتمی نہیں ہے ۔ یہ امتحانی گزر گاہ ہے جس سے گزر کر اگلی زندگی میں اسے "احسن تقویم" یا "اسفل سافلین" کی منزل سے ہمکنار ہونا ہے اور وہی اس کا انجام (end of the history) ہو گا ۔ جب موجودہ انسانی معاشرہ آخری اور حتمی

منزل نہیں ہے تو اس کی سوچ اور عقل بھی خیر اور شر کا آخری معیار نہیں ہے بلکہ خیر اور شر کا حتمی معیار آسمانی وحی ہے جس کی مکمل شکل جناب محمد رسول اللہؐ کی تعلیمات کی صورت میں موجود ہے۔

اسی پس منظر میں چارٹر کی دفعہ ۵ کا جائزہ لیا جائے تو جرائم کی اسلامی سزاؤں کو غیر انسانی قرار دینے کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ دفعہ ۵ کا عنوان ہے "تشدد کا خاتمہ" اور اس میں کہا گیا ہے کہ "کسی شخص کو تشدد اور ظلم کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور کسی شخص کے ساتھ غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک نہیں کیا جائے گا یا ایسی سزا نہیں دی جائے گی"۔ گویا اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق کسی مجرم کو دی جانے والی سزا کا تشدد اور تذلیل کی آمیزش سے خالی ہونا ضروری ہے اور جس سزا میں ان میں سی کوئی عنصر موجود ہو گا وہ انسانی حقوق کے منافی قرار پائے گی۔ اسی بنا پر ہاتھ کاٹنے، کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کی سزاؤں کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اسی بنا پر پاکستان کی عدالت عظمیٰ میں کسی مجرم کو کھلے بندوں سزا دینے کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے تعبیر کیا جا چکا ہے جب کہ اسلام میں جرائم پر سخت سزاؤں کا مقصد ہی یہ ہے کہ نصیحت ہو اور دیکھنے والے اس سے عبرت پکڑیں۔ اس کے بعد چارٹر کی دفعہ ۱۶ پر ایک نظر ڈال لیجیے جس میں کہا گیا ہے کہ:

"پوری عمر کے مردوں اور عورتوں کو نسل، قومیت یا مذہب کی کسی تحدید کے بغیر باہم شادی کرنے اور خاندان کی بنیاد رکھنے کا حق حاصل ہے، شادی، دوران شادی اور اس کی تنسیخ کے سلسلہ میں وہ مساوی حقوق رکھتے ہیں"۔

اس دفعہ میں اسلامی تعلیمات کی رو سے چند باتیں غور طلب ہیں۔ "مذہب کی کسی تحدید کے بغیر" کا مطلب واضح ہے کہ کوئی مسلمان مرد کسی بھی غیر مسلم عورت سے اور کوئی مسلمان عورت کسی بھی غیر مسلم مرد سے شادی کر سکتی ہے جب کہ یہ اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ نیز اسلام نے طلاق کے بارے میں واضح ترجیحات قائم کی ہیں اور دونوں کو یکساں حقوق بہرحال نہیں دیے ہیں۔ اس کے ساتھ چارٹر کی دفعہ ۲۵ کی شق ۲ کو بھی شامل کر لیں جس میں کہا گیا ہے کہ:

"ماں اور بچے کو خصوصی توجہ اور مدد کا حق حاصل ہے۔ تمام بچے، خواہ وہ شادی کے نتیجے میں پیدا ہوں یا بغیر شادی کے پیدا ہوں، یکساں سماجی تحفظ سے بہرہ ور ہونے کا حق رکھتے ہیں"۔

ان دونوں دفعات کے ساتھ قاہرہ اور بیجنگ میں منعقد ہونے والی اقوام متحدہ کی کانفرنسوں کی سفارشات کو سامنے رکھیں جن میں تمام ممالک سے تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عوام کو آزادانہ جنسی اختلاط کے مواقع فراہم کریں، اسقاط حمل کی سہولتیں مہیا کریں، بن بیاہی ماؤں کو سماجی تحفظ سے بہرہ ور کریں اور ہم جنسی کو قانونی جواز کی سند عطا کریں۔ ان تمام امور سے خاندانی زندگی سے متعلق قوانین کے بارے میں "عالمی معیار" واضح ہو جاتا ہے جسے اپنانے کی تمام ممالک کو تلقین کی جا رہی ہے

اور یہ تقاضا کیا جا رہا ہے کہ اگر کسی ملک میں اس معیار کے خلاف عائلی قوانین نافذ ہیں تو وہ ان میں ترامیم کر کے انھیں اس عالمی معیار کے مطابق ڈھال لے ۔کم و بیش یہی صورت حال آزادی ضمیر' آزادی عقیدہ' آزادی رائے اور آزادی اظہار کے حوالے سے مذکورہ چارٹر کی تصریحات کی بھی ہے جو چارٹر کی دفعہ ۱۸ اور ۱۹ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں ۔

" ہر شخص کو آزادی خیال' آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا حق حاصل ہے' اس حق میں اپنا مذہب اور عقیدہ تبدیل کرنے اور انفرادی و اجتماعی طور پر علیحدگی میں یا سب کے سامنے اپنے مذہب یا عقیدہ کی تعلیم' اس پر عمل کرنے اس کے مطابق عبادت کرنے اور اس کی پابندی کرنے کی آزادی کا حق شامل ہے"۔

" ہر شخص کو آزادی رائے اور آزادی اظہار کا حق حاصل ہے ۔اس حق میں بلا مداخلت رائے رکھنے کی آزادی اور بلالحاظ علاقائی حدود کسی بھی ذریعے سے اطلاعات اور نظریات تلاش کرنے' حاصل کرنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے کی آزادی شامل ہے"۔

ان دونوں دفعات پر ایک بار پھر نظر ڈال لیجیے اور سلمان رشدی' تسلیمہ نسرین' پاکستان کے چند مسیحی گستاخان رسولؐ اور قادیانیوں سمیت ان تمام طبقوں اور گروہوں کے مبینہ حقوق کا جائزہ لیجیے جن کی پامالی کا ڈھنڈورا پیٹ کر مغرب کی حکومتیں اور ذرائع ابلاغ انسانی حقوق کے حوالے سے مسلمانوں کے طرز عمل کو مسلسل ہدف تنقید بنا رہے ہیں ۔

یہ ایک سرسری اور ابتدائی مطالعہ ہے جو علماکرام اور دانش وروں کو مسئلہ کی سنگینی اور اہمیت کا احساس دلانے کے لیے ہے ۔اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ علماکرام اور اہل دانش اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور اس کی تشریح و تعبیر میں جنیوا انسانی حقوق کمیشن کی قراردادوں اور فیصلوں کا گہری نظر سے مطالعہ کریں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کی ایک ایک شق کا تجزیہ کریں' اس پر بڑے دینی اداروں اور مدارس میں مذاکروں اور علمی بحث و مباحثہ کا اہتمام کیا جائے' قرآن کریم' حدیث نبویؐ اور فقہ کی تدریس و تعلیم میں اساتذہ ان موضوعات کو اپنی گفتگو کا حصہ بنائیں اور اہل قلم قومی اخبارات اور دینی جرائد میں ان مسائل پر اظہار خیال کریں ۔ضروری ہے کہ اس تمام تر گفتگو اور مباحثہ میں سیاسی نعرہ بازی اور مناظرانہ اسلوب سے گریز کرتے ہوئے علمی زبان اور منطقی و استدلالی انداز اختیار کیا جائے تاکہ ہم دنیا پر اسلام کی حقانیت' افادیت اور ضرورت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کی نئی نسل اور تعلیم یافتہ افراد کی غالب اکثریت کو غیر شعوری ارتداد سے بچا سکیں جو اسلام کے احکام و قوانین پر مغربی فلسفہ کے اعتراضات کے مسلسل یکطرفہ پراپیگنڈے کے زیر اثر دھیرے دھیرے اس کے دائرہ اثر میں شامل ہوتے جا رہے ہیں ۔